ٹیکس دہندہ ہیجڑے

تحریر: سہیل احمد لون

میں میٹروپولیٹن یونیورسٹی لندن کے شعبہ ابلاغیات کا طالب علم بھی ہوں۔ ہماری کلاس میں ہفتے میں کم از کم ایک بار کوئی مہمانِ مقرر باہر سے مدعو کیا جاتا ہے۔ جو اپنے اور اپنے کام کے متعلق تجربات بارے کچھ بتاتا ہے اس کے بعد کلاس میں موجود طالب علم اس سے سوالات کرتے ہیں۔ اس دوران کلاس میں لیکچرار بھی موجود ہوتے ہیں جو اس بات کو نوٹ کرتے ہیں کہ کس طالب علم نے کیسا سوال کیا؟ اس پیریڈ کے بعد کلاس کو مہمانِ مقرر کے متعلق نیوز رپورٹ لکھنے کا ٹاسک دیا جاتا ہے جس میں مہمان مقرر کی دو تین باتوں کو حوالوں کی صورت میں بیان کرنا بھی شامل ہوتا ہے۔ اس کا مقصد طالب علموں میں انٹرویو لینے کا ماہر بنانا بھی ہوتا ہے۔ گزشتہ ہفتے مہمان مقرر (Guest speaker) جب ہماری کلاس میں داخل ہوئے تو ان کے لباس اور اسٹائل نے مجھے کچھ دیر کے لیے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ یہ جناب ہیں یا محترمہ؟ انہوں نے اپنا نام کریسی ہنٹر (Chrissy Hunter) بتایا جو بظاہر عورتوں کا نام ہوتا ہے مگر آواز، چال ڈھال، قد کاٹھ سے میرا دل اسے عورت ماننے کو تیار نہ تھا۔ اس نے اپنا مختصر تعارف اس طرح سے کروایا...... عمر 51 برس، تعلیم ایم اے، یورپ کے مختلف ممالک کے علاوہ، قطر، لیبیا، سلوواکیہ، مشرق وسطی کے کچھ ممالک اور برطانیہ میں شعبہ تدریس میں انگریزی زبان اور لٹریچر پڑھانے کا وسیع تجربہ، اس وقت پی ایچ ڈی کرنے میں مصروف۔ کلاس میں موجود دیگر طالب علموں کی طرح میں بھی حیرانگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ بالآخر ایک اطالوی طالبہ نے ہمت کر کے وہ سوال کیا جو شاید ہم سب کے ذہنوں میں گونج رہا تھا۔ آپ کو ہم جناب لکھیں یا محترمہ؟ اس پر اس نے مسکرا کر کہا کہ آپ مجھے مس لکھ سکتے ہیں۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارا تعلق کس ملک سے ہے؟ میں نے کہا لاہور پاکستان سے، اس نے میرے قریب آ کر کہا کہ ''آئی ایم ہیجڑا'' کسی ولائتی ہیجڑے کے منہ سے لفظ ہیجڑا سننا میری زندگی کا پہلا تجربہ تھا۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ لیبیا اور قطر میں اس نے اپنا حلیہ مردوں والا بنا کر رکھا، وہاں مرد کے بھیس میں ایک ہیجڑے کا نوکری کرنا واقع مردانگی سے کم نہیں۔ کریسی ہنٹر نے نوکری کے علاوہ ایک بہت متحرک سوشل ورکر بھی ہے۔ وہ برطانیہ سمیت یورپی ممالک میں ہیجڑوں کے مسائل اور انکے حقوق کے لیے آواز اٹھانے کے لیے مختلف تنظیموں میں کلیدی عہدوں پر بھی فائز ہے۔ جیلوں میں ہیجڑوں کے مسائل کے لیے بھی ایک برطانوی تنظیم کی اہم اور سرگرم رکن ہے۔ اس نے پی ایچ ڈی کے لیے بھی ہیجڑوں کے متعلق مسائل، قوانین، اظہار اور آزادی کا انتخاب کیا۔ برطانیہ سمیت یورپی ممالک میں سوشل سسٹم ہے یعنی روٹی، کپڑا، صحت، تعلیم جیسے بنیادی مسائل ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے اگر کوئی بے روزگار ہے تو اسے بے کاری الاؤنس ملتا ہے۔ مگر یہ تمام سہولیات عوام کے ٹیکسز سے ہی مہیا کی جاتی ہیں۔ کریسی ہنٹر تیس برس سے مسلسل کام کر کے بھاری ٹیکس ادا کر رہی ہے، اس جیسے نہ جانے کتنے اور بھی ہیجڑے ایسے ہونگے جو محنت مزدوری کر کے ٹیکس ادا کرتے ہیں اور بہت سے ایسے لوگوں کی زندگی بسر کرنے میں مدد کر رہے ہیں جو اپنے آپ کو ''مرد'' کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ یورپ

برطانیہ اور دیگر ترقی یافتہ ممالک میں انسانی حقوق میں مرد حضرات کے ساتھ عورت اور خواجہ سراؤں کے حقوق کی بات کی جاتی ہے۔ چند ممالک میں تو ہیجڑے پارلیمنٹ کے ممبر بھی ہیں۔ مگر ہمارا معاشرہ خالصتاً (Male dominated) ہے جہاں بعض اوقات لڑائی سے قبل ایسے ڈائیلاگ بھی سننے کو ملتے ہیں کہ میں نے کوئی چوڑیاں نہیں پہن رکھیں۔ جہاں مردانگی دکھانے کی باری آتی ہے وہاں نوے ہزار خالصتاً مرد ہتھیار ڈال کر نئی تاریخ لکھوا لیتے ہیں۔ کبھی اپنے ہی شہریوں کو اٹھا کر لاپتہ کر دیتے ہیں، کبھی اپنی قوم کی بیٹی کو امریکہ کے حوالے کر کے مرد ہونے کا ثبوت دیتے ہیں، کبھی کسی حوا کی بیٹی کو اجتماعی زیادتی کا نشانہ بناتے ہیں تو کبھی غریب کے حق پر ڈاکہ ڈال کر مردانگی دکھانے کا شوق پورا کرتے ہیں۔

گزشتہ چند برسوں میں طالبان نامی حضرات بھی اپنی مردانگی کے جوہر دکھانے میں بے حد مصروف ہیں۔ جن کی مردانگی کا شکار ہونے والوں میں سکول کے بچوں، کالج یونیورسٹی کی طالبات سمیت معصوم اور بے گناہ شہری سب شامل ہیں۔ اپنا غصہ یا نفرت کے اظہار کے لیے اکثر کسی کو ہیجڑے یا کتے سے ملایا جاتا ہے۔ حالانکہ ان دونوں نے کبھی اپنی لڑائی میں مرد حضرات کو شاید ہی کبھی گھسیٹا ہو۔ ہیجڑوں کو دیکھ کر ان کا تمسخر اور کتے کو دیکھ کر اسے مارنے کے لیے پتھر کی تلاش کرنا ہمارا ایک معمول ہے۔ اگر دیکھا جائے تو کتے ہمارے لیے چوکیداری، سراغ رسانی، اندھوں کو راستہ بتانے، ایئر پورٹس پر نارکوٹکس چیک کرنے کے علاوہ اب تو طبی میدان میں انسانی جسم میں شوگر چیک کرنے کے کام بھی آتے ہیں۔ اگر کتے کو اہمیت اور توجہ دی جائے تو وہ بھی معاشرے کے لیے مفید کام کر سکتا ہے تو انسان تو پھر بھی اشرف المخلوقات ہے۔ کریسی ہنٹر کو برطانیہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں رہنے کے باوجود دوران تعلیم اور ملازمت کے دوران کافی مشکلات اور تعصب کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر اس نے "مردانہ وار" حالات کا مقابلہ کیا اور آج وہ معاشرے کی مفید شہری ہے۔ اگر وہ ہمت نہ کرتی تو ہو سکتا ہے نشہ یا جسم فروشی کا دھندا کرنا شروع کر دیتی۔ پھر ریاست پر بوجھ بن کر سوشل بینیفٹس پر زندگی گزار رہی ہوتی۔ ملک وہی ترقی کرتے ہیں جہاں تعصب نہ ہو، ناانصافی نہ ہو۔ مرد، عورت یا ہیجڑا سب کو بلا امتیاز حقوق مساوی حقوق فراہم کیے جائیں۔ تو اس سے معاشرے میں برائیاں بھی کم ہونگی اور معاشرے میں صحت مند تبدیلی بھی رونما ہوگی۔ بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں تقسیم در تقسیم کا عمل تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے۔ ہم مرد، عورت اور ہیجڑے میں ہی تقسیم نہیں بلکہ مذہب، فرقے، مسلک، زبان، رنگ، نسل، امیری، غریبی، انتہا پسندی، عسکریت پسندی، رجعت پسندی، جہادی، امریکن نواز، اینٹی امریکن، اور پتہ نہیں کیا کیا۔ گروہوں میں تقسیم لوگ نہ کبھی انقلاب لا سکتے ہیں اور کوئی تبدیلی۔ تبدیلی اور انقلاب لانے کے لیے ہمیں اپنی سوچ کو تبدیل کرنا ہوگا۔ جس کے لیے مرد، عورت یا ہیجڑا نہیں بلکہ سب سے پہلے ایک اچھا انسان بننا لازمی ہے۔ سابق چیف جسٹس آف پاکستان افتخار محمد چوہدری اس حوالے سے ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے کہ اُنہوں نے پاکستان میں ہجڑوں کے حوالے سے بہت کام کیا لیکن سوچنے والی بات تو یہ ہے کہ یہ کیسے مرد ہیں جو اپنے ہی ملک کو فتح کرتے ہیں اور اپنے ہی ملک میں کمانے کے بعد ٹیکس دیتے ہوئے مرد نہیں بنتے۔ پاکستان میں مردوں کی ایک بڑی اکثریت ہے لیکن جب ٹیکس ادا کرنے والوں کی تعداد دیکھیں تو ہمیں یورپ اور امریکہ کے ہجڑے زیادہ آگے نظر آتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب کچھ قدرت کی طرف سے ہوتا ہے اور قدرت نے ہر شئے کو مکمل پیدا کیا ہے اگر ہم یہ بات ماننے کیلئے تیار ہو جائیں کہ فطرت صرف مرد اور عورت ہی پیدا

نہیں کرتی بلکہ ان کے درمیان بھی ایک مخلوق ہے جو بالکل انسانوں جیسی ہے لیکن ابھی تک اعلیٰ وارفع انسانوں نے انہیں انسانیت کے مرتبے پر فائز نہیں کیا۔ دنیا میں بڑھتی ہوئی مردانہ جنگیں دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ کہیں دنیا بھر کے انسان مردوں سے تنگ آ کر ریاستی امور ہجڑوں کے سپرد نہ کر دیں کہ یہ مظلوم ہر طرح کی جنگ سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ اپنے دیس میں تو ان کو کوئی بھی پرسانِ حال نہیں لیکن امید کی جاتی ہے کہ نئے قانون انہیں ''انسان'' بنانے میں بہت مددگار ثابت ہوں گے۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

sohalloun@gmail.com

10/12/2013.